ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

اقبال کا تہذیبی شعور

ڈاکٹر عظمیٰ حسن
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، جامعہ کراچی

Abstract:

The early period of the 20th century is very important from the political point of view and from the point of view of the clash of civilizations. The new rulers of India had their foothold in India as a whole, and their activities were targeting not only politics and economy but also religion through western sciences, western pedagogies, and missionaries. The new generation was feeling under the influence of the rulers; in such a situation, the people of India intensified their efforts to protect their tradition and religion. Allama Iqbal taught the sun that had set in the west to rise from the east with his speech and by saying that he created his own world; if it is in the living, then he opened its paths like this. In his words, Iqbal gives Muslims cultural awareness of their past and present and wants a society in the future in which there is a clear concept of self, love, vision, wisdom, and happiness. Iqbal's poetry has defined the journey of nature and the patriotism of the country and the nation very charmingly and has filled the foot of Urdu poetry with the treasure of intellectual and intellectual stubbornness, rare and rare. In this article, Iqbal's cultural consciousness has been examined in detail.

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کی ناکامی ہندوستان کی تاریخ کا ایک سیاسی واقعہ ہی نہیں تھا جس نے ہزار سالہ مسلم عہدِ حکومت کا خاتمہ کر دیا بلکہ یہ ایک ایسا آتش فشاں تھا جس کے اثرات بہت دیر اور بہت دور تک محسوس کیے جاتے رہے۔ اندرونی کمزوریوں اور انتشار و اضطراب کے باوجود ۱۸۵۷ء سے پہلے تک ہندوستان کے عوام "ظلِ سبحانی" کے زیر سایہ زندگی گزار رہے تھے اور معاشرتی زندگی ہزار دشواریوں کے باوجود سطحِ سمندر کی طرح پر سکون تھی۔ انگریزوں کی آمد کو بھی ایک حد تک ہندوستانی معاشرے نے قبول کر لیا تھا۔ لیکن اقتدار کی کشمکش نے بالآخر نفرت و بغاوت کو جنم دیا۔ انگریزوں نے حکومت مسلمانوں سے چھینی تھی اس لیے ان کے مظالم کا نشانہ بھی زیادہ تر مسلمان ہے۔ بستیاں اُجاڑ دی گئیں، مدرسے ویران کر دیے گئے۔ اہل صنعت و حرفت وسیلۂ روزگار سے محروم کر دیے گئے۔ بلاشبہ اس تباہی کی زد پر ہندو مسلم سب ہی تھے۔ تاہم انگریزوں نے اپنی سیاسی پالیسی کے تحت ان کو مذہب، عقیدے، قوم، زبان، طبقے کے اعتبار سے تقسیم کر دیا۔ اس طرح ان کی تہذیبی وحدت ٹوٹ گئی۔ عقیدے متزلزل ہو گئے۔ احساسِ کمتری، خوف، بے اعتباری، لالچ، مفاد پرستی جیسی خصوصیات ابھر کر سامنے آئیں۔ اقدار کا تصور دھندلا گیا۔ تاریخ پر فخر کے بجائے شرمندگی محسوس کی جانے لگی۔ ان حالات میں معاشرے کا ایک بڑا طبقہ صدمے اور مایوسی سے دوچار ہو گیا۔ البتہ ایسے حالات میں بھی حوصلہ مند، مجاہد صفت افراد موجود تھے جنھوں نے قوم کی اصلاح کا بیڑہ اٹھایا اور حقیقی تہذیبی شعور کا ثبوت دیا۔ ادبی سطح پر اس حوالے سے سر سید احمد اور ان کے رفقائے کار کے کارنامے ناقابل فراموش ہیں۔

معاشرتی اصلاح کے لیے حقیقی تہذیبی شعور کی ضرورت ہوتی ہے۔ غور و فکر، تحقیق و جستجو، رد و قبول تہذیبی شعور کی دلیل بھی ہیں اور اس کا تقاضہ بھی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اس عہد میں بہت تیز رفتار تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ ادبی حوالے سے دیکھیں تو اُردو شاعری اپنے روایتی اسلوب سے بالکل مختلف ہو گئی۔ غزل کی جگہ نظم کو زیادہ فروغ حاصل ہوا۔ انفرادی مسائل کے بجائے اجتماعی موضوعات، اخلاق، حب الوطنی، مناظرِ قدرت کو زیادہ موضوع بنایا گیا۔ اصلاح معاشرہ کو نغمہ و ترنم پر ترجیح دی گئی۔

بیسویں صدی کا ابتدائی زمانہ سیاسی حوالہ سے اور تہذیبوں کی کشمکش کے حوالہ سے نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ ہندوستان کے نئے حکمرانوں نے پوری طرح ہند میں اپنے قدم جما لیے تھے اور ان کی سرگرمیاں نہ صرف سیاست اور معیشت کو بلکہ مغربی علوم، مغربی درس گاہوں اور مشنریوں کے ذریعہ مذہب کو بھی ہدف بنا رہی تھیں۔ نئی نسل حکمرانوں کے زیرِ اثر آتی محسوس ہو رہی تھی، ایسے میں اپنی روایت اور مذہب کے تحفظ کے لیے اہل ہند نے اپنی کوششیں تیز تر کر دیں۔

" بیسویں صدی میں سید سلمان ندویؒ، ابو الکلام آزادؒ، مولوی عبد الحقؒ، قاضی سلیمان منصورؒ پوری، مولانا اشرف علیؒ تھانوی، عنایت اللہ مشرقیؒ، مناظر احسن گیلانی، مولانا ظفر علیؒ خان اور مولانا محمد علی جوہرؒ جیسے لوگوں نے اجتہاد کی بنیادیں مذہب کے اسلامی تصور پر استوار کیں۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ اور دار المصنفین اعظم گڑھ کا

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

مقصد مغربیت کی تشکیک کا استحصال، اسلامی افکار کا فروغ اور مشاہیر اسلام پر اردو میں عالمانہ اور تحقیقی کتابیں لکھنا تھا۔" غرض اپنے عقائد اور مذہب کو اس سیلِ بالا خیز سے بچانے کی جدوجہد کی جاری تھی۔

اس دور میں قدرت کی طرف سے اردو شاعری کو ایک نابغۂ روزگار ہستی ملی جس کی نگاہِ بصیرت نے مشرق اور مغرب کے اُفق پر نمایاں ہونے والے تغیرات کے ساتھ ساتھ اقوامِ عالم کی فطری صلح کا عمیق مطالعہ بھی کیا اور اُردو شاعری کے اقبال کو بلند کیا۔

علامہ اقبالؔ نے اپنے کلام سے مغرب میں ڈوبے ہوئے سورج کو مشرق سے طلوع ہونا سکھایا اور یہ کہہ کر کہ اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے پھر اس کے راستوں کو یوں کھولا:

تو رو نوردِ شوق ہے منزل نہ کر قبول
لیلیٰ بھی ہم نشین ہو تو محمل نہ کر قبول (۲)

حوصلوں کو یوں بڑھایا:

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق (۳)

اور پھر عشق کی آفاقیت اور مسلمان اور عشق کے باہمی تعلق کو واضح کیا:

مردِ خدا کا عمل عشق سے صاحبِ فروغ
عشق ہے اصل حیات موت ہے اس پر حرام
تند و سبک سیر ہے گرچہ زمانے کی رو
عشق خود اک سیل ہے سیل کو لیتا ہے تھام
عشق کی تقویم میں عصر رواں کے سوا
اور زمانے بھی ہیں جن کا نہیں کوئی نام
عشق دمِ جبرئیل ، عشق دلِ مصطفی
عشق خدا کا رسول ، عشق خدا کا کلام (۴)

عشق کا موضوع اردو شاعری کا بنیادی موضوع ہے۔ اس کے رنگوں میں مجاز اور حقیقت دونوں شامل ہیں۔ سراجؔ سے میرؔ اور میرؔ سے اقبالؔ تک عشق اردو شاعری میں روایات، تہذیب مذہب کو اپنے جلو میں لیتا ہوا کائنات کا روپ دھار لیتا ہے۔ یہ ایک جذبہ نہیں رہتا بلکہ جذبات کا مجمع بن جاتا ہے، عشق نظامِ حیات کا دوسرا نام بن جاتا ہے۔ اقبالؔ کا کمال یہ ہے کہ انھوں نے عشق کی وسعتوں اور حدوں تک کے ادراک کو اردو شاعری کا حصہ بنایا۔ "عشق دلِ مصطفیٰ" کہہ کر اس کی حدوں کو زمین و زمان اور اس کی وسعتوں سے ماوراء کر دیا اور جب پلٹ کر عشق کو اس آب و گل میں لاتے ہیں تو کہتے ہیں:

عشق کی مستی سے ہے پیکرِ گل تابناک
عشق ہے صہبائے خام ، عشق ہے کاس الکرام
عشق فقیہِ حرم، عشق امیر جنود
عشق ہے ابن السبیل اس کے ہزاروں مقام

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

عشق کے مضراب سے نغمہ تار حیات
عشق ہے نورِ حیات ، عشق ہے نارِ حیات (۵)

نئے زمانے اور بدلتے ہوئے حالات میں مسلمانوں میں سے یہی جذبہ جو اُن کی شناخت تھا کھونے لگا تو معاشرہ خالی پیکروں سے بھرنے لگا اور زندہ وجود زندہ نہ رہے تو اس اذیت سے نکلنے اور زیست کے سفر کو اپنی روح کے ساتھ رواں رکھنے کے لیے کہتے ہیں:

شراب کہن پھر پلا ساقیا
وہی جام گردش میں لا ساقیا
مجھے عشق کے پر لگا کر اڑا
مری خاک جگنو بنا کر اڑا
تڑپنے پھڑکنے کی توفیق دے
دل مرتضیٰ سوزِ صدیق دے
جوانوں کو سوزِ جگر بخش دے
مرا عشق میری نظر بخش دے (۶)

اقبال اپنے کلام میں مسلمانوں کو ان کے ماضی حال کا تہذیبی شعور دیتے ہیں اور مستقبل میں ایک ایسا معاشرہ چاہتے ہیں جس میں خودی، عشق، نگاہ، حکمت اور سعادت کا واضح تصور موجود ہو۔ کلامِ اقبال نے فطرت، حُب الوطنی ملک وملت کے سفر کو نہایت دلکشی سے طے کیا اور اردو شاعری کا دامن علمی وفکری کائنات کے گنجینہ سے تادر ونایاب لعل وگہر سے بھر دیا۔

اقبال یہ فرماتے ہیں کہ سائنس، مذہب اور فنونِ لطیفہ کی جان عشق سے پیدا ہوتی ہے۔ یا دوسرے لفظوں میں یہی زندہ رہنے اور زندگی کو آراستہ کرنے کی بنیادی لگن ہے۔ تہذیب، مذہب سے فیضان اور حرکیت حاصل کرتی ہے اور مذہب عشق سے قدرے ہی مختلف ہے۔ اقبال کا مطلب یہ ہے کہ مذہبی یقین وایمان تہذیب ثقافت کو جنم دیتے ہیں اور ان کی معاونت کرتے ہیں۔(۷)

اقبال نے شعری افق پر طلوع ہو کر مسلم معاشرے کو اپنا خصوصی موضوع بنایا۔ اقبال اس معاشرے کو بیک وقت ایک دور اندیش مفکر اور دردمند شاعر کی نظر سے اور بدلتے ہوئے عالمی منظر نامہ کے تناظر میں دیکھ اور دکھا رہے تھے۔(۸)

عذابِ دانش حاضر سے با خبر ہوں میں
کہ اس عذاب میں ڈالا گیا ہوں مثل خلیل (۹)
فسادِ قلب و نظر ہے فرنگ کی تہذیب
کہ روح اس مدنیت کی رو سکی نہ عفیف
رہے نہ روح میں پاکیزگی تو ہے ناپید
ضمیرِ پاک و خیالِ بلند و ذوق لطیف (۱۰)
پختہ افکار کہاں ڈھونڈ نے جائے کوئی
اس زمانے کی ہوا رکھتی ہے ہر چیز کو خام (۱۱)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

اغیار کے افکار و تخیل کی گدائی
کیا تجھ کو نہیں اپنی خودی تک بھی رسائی (۱۲)

اس صورت حال میں اقبالؔ ایک ایسے معاشرے کا تصور پیش کرتے ہیں جس کی بنیاد اسلامی افکار پر ہے۔ تہذیب و معاشرت میں مسلمانوں کی اپنے اصل مرکز سے دوری نے ان کے سفر زیست کو نامکمل بنا دیا۔ اقبالؔ خود شناسی اور خدا شناسی کا راستہ دکھاتے ہوئے ان کی توجہ اپنی تہذیبی جڑوں کی طرف مبذول کراتے ہیں:

اپنی ملت کا قیاس اقوام مغرب پر نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسول ہاشمی(۱۳)
عناصر اس کے ہیں روح القدس کا ذوقِ جمال
حجم کا حسنِ طبیعت عرب کا سوزِ دروں (۱۴)
حدیثِ بندۂ مومن دل آویز
جگر پُرخون ،نفس روشن ، نگہ تیز (۱۵)
قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان(۱۶)
جس سے جگرِ لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کہ دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان(۱۷)

ایسا معاشرہ اور یہ کردار محض تصوراتی نہیں ہیں۔ علامہ اقبالؒ کی نظر میں اسلامی تصورِ زیست میں عنیت و واقعیت دو متضاد عوامل نہیں جو باہم دیگر مصالحت نہ کر سکیں یا وہ زندگی کی کامرانیوں میں رکاوٹ ثابت ہوں۔ دوسری طرف نئے زمانے کے بارے میں علامہ کہتے ہیں:

"عصرِ حاضر کی ذہنی سرگرمیوں سے جو نتائج مرتب ہوئے ان کے زیرِ اثر انسان کی روح مردہ ہو چکی ہے یعنی وہ اپنے ضمیر اور باطن سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے خیالات اور تصورات کی نظر سے دیکھئے تو اس کا وجود خود اپنی ذات سے متصادم ہے۔ سیاسی اعتبار سے نظر ڈالئے تو افراد افراد سے گریزاں ہیں۔ اس میں اتنی سکت ہی نہیں کہ اپنی بے رحم انانیت اور ناقابل تسکین جوع زر پر قابو حاصل کر سکے۔ یہ باتیں ہیں جن کے زیرِ اثر زندگی کے اعلیٰ مراتب کے لیے اس کی جدوجہد بتدریج ختم ہو رہی ہے بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ وہ در حقیقت زندگی ہی سے اکتا چکا ہے، اس کی نظر حقائق پر نہیں بلکہ جو اس کے اس سرچشمہ پر ہے جو اس کی آنکھوں کے سامنے ہے لہٰذا اس کا تعلق اپنے وجود کی گہرائیوں سے منقطع ہو چکا ہے۔"(۱۸)

ان افکار کی روشنی میں علامہ نے اپنی شاعری سے مسلمانان ہند کو نہ صرف اپنی مذہبی اقدار کا ادراک کرایا بلکہ مشرق جو علوم و فنون کا مرکز تھا، مذاہب اور تصوف کے سراغ جہاں سے ملے، ہند سے اور افلاک کے رموز جہاں سے کھلے بر و نظر کے آفتاب جہاں سے طلوع ہوئے، اس کی اہمیت کا احساس دلایا۔ اقبالؔ کی شاعرانہ فکر و نظر نے اردو شاعری کے تہذیبی شعور کے سفر کو نہایت تیز فہم اور با مقصد بنا دیا اور اب اردو شاعری کے تہذیبی نقوش نہایت واضح اور منزل آشنا نظر آتے ہیں۔ "ہماری شاعری کی روح، فکری اور فنی لحاظ سے بیسویں صدی میں مشرق کے تغیرات اور روایات کا پورا پاس رکھتے ہوئے اقبال کی شاعری میں موجود ہے۔ بیسویں صدی کی ساری جہتیں اور فنی عروج کی سب سے بڑی مثال اقبالؔ کا کلام ہے۔"(۱۹)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

اقبالؔ نئے عہد اور اس کے مسائل سے بخوبی آگاہ تھے۔ وہ کہتے ہیں جس مایوسی اور دل گرفتگی میں آج کل کی دنیا گرفتار ہے اور جس کے زیرِ اثر انسانی تہذیب کو ایک زبردست خطرہ لاحق ہے اس کا علاج نہ تو عہدِ وسطیٰ کی صوفیانہ تحریک سے ہو سکتا ہے اور نہ جدید زمانہ کی وطنی قومیت اور لادینی اشتراکت کی تحریکوں سے۔ اس وقت دنیا کو حیاتِ نو کی ضرورت ہے، اگر عصرِ حاضر کا انسان دوبارہ وہ اخلاقی ذمہ داری اٹھا سکے گا جو جدید سائنس نے اس پر ڈال رکھی ہے تو صرف مذہب کی بدولت۔"(۲۰)

تلاطمِ زمانہ نے انسان کی ذات کو مدوجزر کے حوالے کر دیا تھا اور وہ بے بس اور مجبور نظر آتا تھا۔ اس کیفیت سے باہر آنے کے لیے اقبال ہوش اور بیداری کا درس دیتے ہیں۔ کیوں کہ ذرا سی بھی خود فراموشی ہلاکت کا باعث ثابت ہو سکتی ہے حالات کے دھارے پر خود کو چھوڑ دینے اور "بے حرم تہذیب" کے رنگ میں رنگ جانے کا انجام تباہی کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔

> "موجودہ تہذیب ایک عالمِ سرشاری میں ڈوبے رہنے کے لیے طرح طرح کے زہر پیدا کرتی ہے اور ان میں سے کوئی بھی بظاہر اتنا بے ضرر اور اتنا ہلاکت خیز نہیں جتنا وہ زہر ہے جسے عام اصطلاح میں "تفریح" کہتے ہیں۔ جدید تفریحات کا بھیا نک زہر اس چیز سے پیدا ہوتا ہے کہ ہر قسم کی منظم تفریح زیادہ سے زیادہ احمقانہ بنتی چلی جاتی ہے اور ہماری تہذیب اپنے آپ کو خود زہر دے رہی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح تہذیب جلد بوڑھی بوسیدہ ہو جائے گی۔"(۲۱)

عہدِ جدید کی تہذیب اور اس کی افیون کی گولیوں کے نتائج سے اقبال واقف تھے۔ شمیم حنفی صاحب لکھتے ہیں کہ:

> "جسے ہم تہذیب سمجھتے ہیں بہ قول اقبال وہ تہذیب کا کفن ہے کہ اس کی بساط پر انسان کا اپنے حمل سے۔۔۔۔ اپنے معاشرے سے بلکہ خود اپنے آپ سے رابطہ نوٹ کیا۔۔۔ خلیفۃ اللہ فی الارض ہونے کا حوصلہ تو دور رہا اپنے عمل کا محاسبہ کرنے سے بھی وہ قاصر ہے اور ایسی قوتوں کا غلام جو اس کی ذات سے باہر ہیں۔ اقبال عصرِ حاضر کے انسان کو جس منصب پر متمکن دیکھنا چاہتے تھے اس کی پہلی شرط یہ تھی کہ انسان تاریخ کا بے ارادہ و اختیار کردار بن کر نہ رہ جائے، اس کا خالق و مؤلف بھی ہو، ایسا اس وقت ہو سکتا ہے جب اس کا عمل اس کے اپنے اختیار اور منشا کا تابع ہو۔ اس کا وجود، وجود کی حقیقی عظمت کے مفہوم سے عاری نہ ہو، اس کے مشاغل فطری زندگی کے جوہر سے خالی نہ ہوں، اس کی سرگرمی، اس کی توانائی اور اس کے امکانات کا اظہار ہو اور آفاق کے ساتھ ساتھ وہ اپنی ذات سے بھی ہم آہنگ ہو جائے۔"(۲۲)

بقول فتح محمد مغل:

جب عالمگیر تہذیب کے پس منظر میں سوچتے ہیں تو وہ لکھتے ہیں کہ دنیا میں مشرق اور مغرب کی کش مکش جاری ہے۔ افرنگ اور عالمِ انسانیت کا مظلوم اور مغلوب حصہ جو محکوم ہے اور جسے افرنگ برباد کر رہا ہے اس جنگ کو جب وہ دیکھتے ہیں تو عالمگیر تہذیب کا کوئی نمونہ انھیں اس دنیا میں نظر نہیں آتا تھا جو عملاً موجود ہو تو پھر وہ بازیافت کرتے ہیں۔۔۔ انھیں عالمگیر تہذیب کی قدریں اسلام ہی میں نظر آتی ہیں۔ اس لیے اسلام کے احیاء کا اسلامی تہذیب کے احیاء کا خواب پیش کرتے ہیں۔۔۔ کسی بھی علم و حکمت اور دانائی کی بات ہو۔ انسان کی عظمت و سربلندی کی بات ہو۔ آدمیت کے شرف کی بات ہو۔ اسے اقبال نے اسلامی تہذیب کی عطا اور اس کا سرمایہ سمجھا۔ اپنا گم شدہ مال سمجھا اور اسے قابو کیا۔ اُسے نیا رنگ نئی توضیح دے کر دنیا کے سامنے پیش کیا۔۔۔ یہی چیز ہے جسے وہ تہذیبِ حجازی یا تہذیبِ اسلامی کی اصل روح سمجھتے ہیں۔ ذوقِ تجسس، ذوقِ تسخر اور تمام روئے زمین کو اپنا سمجھنا۔ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث کا بار بار ذکر کرتے ہیں۔

مسجد باشد ہمہ روئے زمین

مختصر یہ کہ اقبال کی شاعری کا تہذیبی پس منظر، حجازی تہذیب کے وسیع کینوس پر پھیلا ہوا ہے۔"(۲۳)

آل احمد سرور لکھتے ہیں:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

"وہ پرانی شراب میں ایک نیا نشہ اور نئے نشے میں ایک پرانا کیف دریافت کرتے ہیں۔ ماضی، حال اور مستقبل تینوں کو وہ عارف کی نظر سے دیکھتے ہیں اور زمان و مکان کا ایک خاص تصور رکھتے ہیں۔

یادِ عہدِ رفتہ میری خاک کو اکسیر ہے
میرا ماضی میرے استقبال کی تفسیر"(۲۴)

اقبال نے نظریہ خودی پیش کر کے حصولِ قوت اور سعی پیہم کا درس دیا۔ آزادی کو مقصدِ حیات بتایا۔ فرد کو قوم سے وابستہ رہنے کی نصیحت کی۔ وطن پرستی کی جگہ ایک عالمگیر اسلامی برادری کی تحریک کی حمایت کی۔ ایجاد و اختراع کی کوششوں کو سراہا۔ مغربی تہذیب کی مادہ پرستی اور مغربی تعلیم کے الحاد سے خبر دار کیا۔ سیاست میں مغربی قسم کی جمہوریت، اشتراکیت اور اشتمالیت کی خامیوں پر روشنی ڈالی اور انھیں بنی نوع انسان کے لیے تباہ کن قرار دیا۔ جہاد کی اہمیت پھر سے جتائی۔ قرآن کے بغور مطالعے پر زور دیا۔ مسائل فقہ میں قیاس آرائی اور آزادی افکار کو ابلیس کی ایجاد ٹھہرایا۔ روایات کی جکڑ بندی پر تنقید کی۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں زندگی کو اسلامی اصولوں کے مطابق ڈھالنے کی تلقین کی۔

"غرض اقبال کا تہذیبی شعور نہایت واضح اور مستحکم ہے اور یہی شعور انھوں نے اردو شاعری کو دیا ہے۔ نفس انسانی کو معرفتِ ذات اس وقت حاصل ہوتی ہے، جب وہ ماضی، حال اور مستقبل میں غوطہ لگاتا ہے۔ جہاں کا زمان حقیقی ہے "والی ربک المنتہٰی"۔(۲۵)

حوالہ جات

۱۔ انور سدید، ڈاکٹر، اردو ادب کی مختصر تاریخ، ۱۹۹۱ء، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ص ۳۳۲
۲۔ محمد اقبال، علامہ ڈاکٹر، کلیات اقبال، ۲۰۱۱ء، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ص ۵۸۶
۳۔ ایضاً، ص ۳۱۰
۴۔ ایضاً، ص ۴۲۰۔۴۲۱
۵۔ ایضاً، ص ۳۲۱
۶۔ ایضاً، ص ۳۵۲
۷۔ بزم اقبال: فلسفہ اقبال، بار دوم، ۱۹۶۱ء، سویر آرٹ پریس، لاہور، ص ۱۵
۸۔ نیر مسعود، ڈاکٹر، نئی اردو شاعری میں مسلم معاشرہ، مشمولہ: سوغات، ۱۹۹۲، ماڈرن پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی، ص ۱۳۷
۹۔ محمد اقبال، علامہ، ڈاکٹر، کلیات اقبال، ص ۳۹
۱۰۔ ایضاً، ص ۸۵۸
۱۱۔ ایضاً، ص ۵۹۴
۱۲۔ ایضاً، ص ۶۳۵
۱۳۔ ایضا، ص ۲۲۷
۱۴۔ ایضاً، ص ۵۶۲
۱۵۔ ایضاً، ص ۵۷۳
۱۶۔ ایضاً

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

۱۷۔ ایضاً
۱۸۔ حامد بلگرمی، سید، ثقافت اسلامی کی روح، مشمولہ "الذبیر" س ن، اردو اکیڈمی، بہاول پور، ص ۸
۱۹۔ ایضاً، ص ۱۱۸
۲۰۔ شمیم حنفی، خیال کی مسافت، ۲۰۰۳ء، فضلی سنز، کراچی، ص ۱۱
۲۱۔ ایضاً، ص ۱۱۸
۲۲۔ شمیم حنفی، خیال کی مسافت، ص ۱۳۹
۲۳۔ شمیما مجید، ادبی مذاکرے، ۱۹۸۹ء، سنگ میل، لاہور، ص ۳۶۹۔۴۶۴
۲۴۔ سردار، ال حمد، نئے اور پرانے چراغ، ص ۴۶
۲۵۔ عبدالحکیم، حلیفہ، فکر اقبال، س ن، بزم اقبال، نرعنگھ داس گارڈن، لاہور، ص ۸۶۹